سوال

طاعون سے موت طبعی واقعہ ہوتی ہے یا نہیں ؟

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک شخص کہتا ہے کہ جس جگہ طاعون واقع ہوتی ہے وہاں کے باشندے اپنی طبعی موت سے نہیں مرتے بلکہ طاعون جو غضب الٰہی کی شکل میں وارد ہوئی ہے اس سے مرتے ہیں۔ خواہ ان کی عمر باقی ہو یا پوری کر چکے ہوں۔ اور وہ اس کو بھی مانتا ہے کہ عمر نیکیوں کے سبب بڑھتی ہے اور بداعمالیوں سے گھٹتی ہے۔ جیسا کہ سورۃ نوح کی آیت ویؤخرکم الی اجل مسمی سے واضح ہے۔ چونکہ طاعون عذاب الٰہی ہے اور عذاب الٰہی سوائے بدعملوں کے نہیں آتا۔ لہذا طاعون سے جو متواتر مرتے ہیں۔ یہ سب معذب ہوتے ہیں۔ اور وہ عذاب سے قبل از وقت مرجاتے ہیں۔ اور وہ یہ بھی کہتا ہے کہ تقدیر الٰہی میں کسی کے متعلق یہ نہیں لکھا گیا کہ وہ جنتی یا ناری ہے، متقی یا سعید ہے۔ اگر ایسا ایمان رکھا جائے تو اعمال کا کیا فائدہ جو عمل کیا جاتا ہے بعد وقوع وہ لکھا جاتا ہے۔

دوسرا شخص کہتا ہے کہ طاعون سے جو شخص مرتا ہے اس کی عمر اس سے زیادہ نہیں ہوتی اور جس کی عمر باقی ہوتی ہے وہ طاعون سے نہیں مرتا۔ عمر کا کم و بیش ہونا عام اور کلیہ نہیں۔ ہاں بعض نیک عمل اور بد عمل عمر کی بیشی اور کمی کا سبب ہوتے ہیں۔ مگر یہ بھی تقدیر الٰہی سے ہوتا ہے۔ قضاء مبرم میں نہ معلق میں اور ہر آدمی کے متعلق تقدیر میں لکھا ہوا ہے کہ وہ جنتی ہے یا ناری ہے، شقی ہے یا سعید ہے۔

ان ہر دو شخصوں میں کون حق پر ہے۔ جو تحقیقات کے بعد حق کو نہ مانے اس کو امام بنانا درست ہے۔؟ ازراہ کرم کتاب و سنت کی روشنی میں جواب دیں۔ جزاکم اللہ خیرا

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علىٰ رسول اللہ، أما بعد!

آپ نے جو کچھ سوال کیا۔ اس کا جواب خیر القرون میں دیا جا چکا ہے تاریخ ابن جریر جلد 4 ص 199 میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب ملک شام کو گئے راستے میں خبر ملی کہ شام میں طاعون کا زور ہے۔ تو لوگوں نے جمع ہو کر مشورہ کیا کہ شام کو جائیں یا نہ پہلے مہاجرین کو بلایا۔ ان کا اختلاف ہو گیا کسی نے کہا جانا چاہیے کسی نے کہا نہیں جانا چاہیے۔ پھر انصار کو بلایا۔ ان کا بھی اس طرح اختلاف ہو گیا۔ پھر پرانے پرانے مہاجرین کو بلایا ان سب نے بیک زبان یہی کہا کہ نہیں جانا چاہیے۔ آپ نے واپسی کا اعلان کر دیا۔ ابو عبیدہ بن جراح جو شام میں فوجوں کے سپہ سالار تھے جن کو رسول اللہ ﷺ نے اس امت کے امین کا خطاب فرمایا ہوا تھا۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا کہ آپ اللہ کی تقدیر سے بھاگتے ہیں (اس لیے شام میں جا کر مریں گے تو تقدیر الٰہی سے مریں گے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کاش یہ کلمہ تیرے جیسے سمجھدار کی زبان سے نہ نکلتا۔ ہاں ہم اللہ کی تقدیر سے اللہ کی تقدیر کی طرف بھاگتے ہیں۔ یعنی جیسے شام میں جا کر مرنا اللہ کی تقدیر سے ہوگا اسی طرح واپسی کا معاملہ بھی اللہ کی تقدیر سے ہوگا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابو عبیدہ بن جراح سے تنہائی میں کچھ باتیں کرنے لگے۔ اتنے میں حضرت عبد الرحمن بن عوف آگئے جو مشورہ کے وقت موجود نہ تھے۔ کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جہاں طاعون ہو وہاں نہ

جاؤاگرتمہاری زمین میں پڑجائے تووہاں سے بھاگ کرنہ نکلو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خداکا شکراداکیاکہ میری رائے حدیث کے موافق ہوگئی۔ انتہیٰ

اس سے معلوم ہواکہ طاعون وغیرہ میں مرنا یابچنا یہ سب تقدیرالٰہی سے ہوتا ہے اورکسی کا سعیدیا شقی لکھا ہونا اس کی بابت تو مشکوۃ وغیرہ میں کثرت سے احادیث موجودہیں اور عمل کی بابت بھی رسول اللہ ﷺ سے سوال ہوچکاہے۔ جس کا جواب آپ نے یہ دیاکہ فکل یسر لما خلق لہ چنانچہ مشکوٰۃ وغیرہ میں یہ حدیث موجودہے۔

غرض سب معاملہ تقدیرسے ہے۔ لیکن تقدیرجبر کانام نہیں۔ بلکہ خدانے اپنا علم لکھ دیاہے اورظاہر ہے کہ علم ایک چیز ہے اورفعل الگ مثلاًمجھے کشف والہام سے معلوم ہوجائے کہ فلاں شخص کل چوری کرے گا اورمیں اس بات کولکھ دوں یالوگوں کواطلاع کردوں پھروہ شخص چوری کرے تویہ چور ہی کا قصور سمجھا جائے گا۔ کیونکہ فعل چوری کا مجھ سے صادرنہیں ہوا۔ پس اللہ تعالی کسی کو مجبورنہیں کرتا۔ جان لینا یالکھ دینا الگ چیز ہے اورجوتقدیرپرایمان نہ رکھے وہ فرقہ قدریہ سے ہے۔ جوگمراہ فرقہ ہے۔

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

فتاویٰ اہلحدیث

کتاب الایمان، مذاہب، ج1ص136